Al-Islam.org
Ahlul Bayt Digital Islamic Library Project
Published on *Al-Islam.org* (https://www.al-islam.org)

اقوال
۴۵۱
تا
۴۸۰
جو تمہاری طر ف جھکے اس سے بے اعتنائی برتنا اپنے خط ونصیب میں خسارہ کرنا ہے اور جوتم سے بے رخی451
. اختیار کرے, اس کی طرف جھکنا نفس کی ذلت ہے
. اصل فقر و غنا (قیامت میں) اللہ کے سامنے پیش ہونے کے بعد ہوگا452
. زبیر ہمیشہ ہمارے گھر کا آدمی رہا یہاں تک کہ اس کا بدبخت بیٹا عبداللہ نمودار ہوا453
فرزند آدم کو فخر ومباہات سے کیا ربط, جب کہ اس کی ابتدائ نطفہ اور انتہا مردار ہے, وہ نہ اپنے لیے روز ی454
. کاسامان کر سکتا ہے ,نہ موت کو اپنے سے ہٹا سکتا ہے
اگر انسان اپنی تخلیق کی ابتدائی صورت اور جسمانی شکست و ریخت کے بعد کی حالت کا تصور کرے ,تو وہ فخر وغرور کے بجائے اپنی حقارت و پستی کا اعتراف کر نے پر مجبور ہوگا .کیونکہ وہ دیکھے گا کہ ایک وقت تھا ,کہ صفحہ ہستی پر ا س کا نام ونشان بھی نہ تھا کہ خدا وند عالم نے نطفہ کے ایک حقیر قطرہ سے اس کے وجود کی بنیاد رکھی جو شکم مادر میں ایک لوتھڑے کی صورت میں رونما ہوا .اور غلیظ خون سے پلتا اور نشونما پاتا رہا اور جب جسمانی تکمیل کے بعد زمین پر قدم رکھا تو اتنا بے بس اور لاچار کہ نہ بھوک پیاس پر اختیار ,نہ مرض و صحت پر قابو ,نہ نفع نقصان ہاتھ میں ,اور نہ موت و حیات بس میں, نہ معلوم کب ہاتھ پیروں کی حرکت جواب دے جائے حس و شعور کی قوتیں ساتھ چھوڑ جائیں ,آنکھوں کا نور چھن جائے اور کانوں کی سماعت سلب ہوجائے ,اورکب موت روح کوجسم سے الگ کرے,اور اسے گلنے سڑنے کے لیے چھوڑجائے ,تاکہ چیل ,گدھیں اسے نوچیں ,یاقبر میں اسے کیڑے کھائیں .
; مابال من اولہ نطفۃ وجیفۃ اٰخر ہ یفخر
455 حضر ت سے پوچھا گیا کہ سب سے بڑا شاعر کون ہے؟ فرمایا کہ شعرا کی دوڑ ایک روش پر نہ تھی کہ گوئے سبقت لے جانے سے ان کی آخری حد کو پہچانا جائے ,اور اگر ایک کو ترجیح دینا ہی ہے تو پھر ملک ضلیل (گمراہ بادشاہ) ہے .
مطلب یہ ہے کہ شعراء میں موازنہ اسی صورت میں ہوسکتاہے ,جب ان کے توسن فکر ایک ہی میدان سخن میں جولانیاں دکھائیں اور جب کہ ایک روش دوسرے کی روش سے جدا اور ایک کا اسلوب کلام دوسر ے اسلوب کلام سے مختلف ہے ,تو یہ فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے کہ کو ن میدان ہار گیا اور کون گوئے سبقت لے گیا .چنانچہ مختلف اعتبارات سے ایک دوسرے پر ترجیح دی جاتی ہے ,اور اگر کوئی کسی لحاظ سے اور کوئی کسی لحاظ سے شعرا سمجھا جاتا رہاہے جیسا کہ مشہور مقولہ ہے کہ :
عرب کا سب سے بڑا شاعر امرئالقیس ہے جب وہ سوار ہوا اور اعشی جب وہ کسی چیز کا خواہشمند ہواور نابغہ جب اسے خو ف و ہراس ہو.
لیکن اس تقیید کے باوجود امرائ القیس حسن تخییل و لطف ومحا کات اور ان چھوتی تشبیہات اور نادر استعارات کے لحاظ سے طبقہ اولیٰ کے شعرائ میں سب سے اونچی سطح پر سمجھا جاتا ہے .اگرچہ اس کے اکثر اشعا ر عام معیار اخلاق سے گرے ہوئے اورفحش مضامین پر مشتمل ہیں , مگر اس فحش نگاری کے باوجود اس کی فنی عظمت سے انکار نہیں

کیا جاسکتا .اس لیے کہ فن کار صرف فنی زاویہ نگار سے شعر کے حسن و قبیح کو دیکھتا ہے اور دوسری حیثیات کو جوفن میں دخیل نہیں ہوتیں ,نظر انداز کردیتا ہے .

بہرحال امر ائ القیس عرب کانامور شاعر تھا ,اور اس کا باپ حجر کندی سلاطین کند ہ کی آخری فرد اورصاحب علم و سپاہ تھا اور بنی تغلب کے مشہور شاعر وسخن ران کلیباور مہلہل اس کے ماموں تھے اس لیے فطری رجحان کے علاوہ یہ اپنے ننھیال کی طرف سے بھی شعر وسخن کا ورثہ دار تھا اور سرزمین نجد کی آزاد فضا اور عیش و تنم کے گہوارے میں تربیت پانے کی وجہ سے شورہ پستی و سرمستی اس کے ضمیر میں رچ بس گئی تھی .چنانچہ حسن وعشق اور نغمہء و شعر کی کیف آور فضاؤں میں پوری طرح کھو گیا .باپ نے باز رکھنا چاہا ,مگراس کا کوئی نصیحت کار گر نہ ہوئی .آخر اس نے مجبو ر ہوکر اسے الگ کردیا الگ ہونے کے بعد اس کے لیے کوئی روک ٹوک نہ تھی .پوری طرح ادا و عیش و عشرت دینے پر اترآیا .اور جب اپنے باپ کے مارے جانے کی اسے خبر ہوئی تواس کے قصاص کے لیے کمر بستہ ہو ا او رمختلف قبیلوں کے چکر لگائے تاکہ ان سے مدد حاصل کرے اور جب کہیں سے حسب و لخواہ امداد حاصل نہ ہوئی ,تو قیصر روم کے ہاں جاپہنچا اور اس سے مدد کا طالب ہوا .بیان کیا جاتا ہے کہ وہاں بھی اس نے ایک ناشائستہ حرکت کی جس سے قیصر روم نے اسے ٹھکانے لگانے کے لیے ایک زہرآلودہ پیراہن دیا .جس کے پہنتے ہی زہر کا اثر اس کے جسم میں سرایت کر گیا اور اسی زہر کے نتیجہ میں اس کی موت واقع ہوئی اور نقرہ میں دفن ہوا .

کیا کوئی جوانمرد ہے جو اس چبائے ہوئے لقمہ (دنیا) کو اس کے اہل کے لیے چھوڑدے تمہارے نفسوں کی قیمت 456 صرف جنت ہے .لہٰذاجنت کے علاوہ او ر کسی قیمت پر انہیں نہ بیچو .

دو ایسے خواہشمند ہیں جو سیر نہیں ہوتے طالب علم اور طلبگار دنیا457 .

ایمان کی علامت یہ ہے کہ جہاں تمہارے لیے سچائی باعث نقصان ہو ,اسے جھو ٹ پر ترجیح دو,خواہ وہ تمہارے458 فائدہ کا باعث ہو رہا ہو ,اور تمہاری باتیں ,تمہارے عمل سے زیادہ نہ ہوں اور دوسرے کے متعلق بات کرنے میں اللہ کا خوف کرتے رہو .

تقدیر ٹھہرائے ہوئے انداز ے پر غالب آجاتی ہے .یہاں تک کہ چارہ سازی ہی تناہی و آفت بن جاتی ہے459 .

سید رضی فرماتے ہیں کہ یہ مطلب اس سے مختلف لفظوں میں پہلے بھی گزر چکا ہے.

برد باری اور صبردونوں کا ہمیشہ ہمیشہ کا ساتھ ہے اور یہ دونوں بلند ہمتی کا نتیجہ ہیں460 .

کمزور کا یہی زور چلتا ہے کہ وہ پیٹھ پیچھے برائی کرے 461 .

بہت سے لوگ اس وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہوجاتے ہیں کہ ارکے بارے میں اچھے خیالات کا اظہا ر کیاجاتا ہے462 .

دنیا ایک دوسری منزل کے لیے پید ا کی گئی ہے نہ اپنے (بقاودوام کے) لیے463 .

بنی امیہ کے لیے ایک مروداروا د (مہلت کا میدان) ہے جس میں وہ دوڑ لگا رہے ہیں جب ان میں باہمی اختلاف رونما464 ہو تو پھر بجو بھی ان پر حملہ کریں تو ان پر غالب آجائیں گے .

سید رضی فرماتے ہیں کہ)مرودار واد سے مفعل کے وزن پر ہے اور اس کے معنی مہلت و فرصت دینے کے ہیں اور یہ) بہت فصیح اور عجیب و غریب کلام ہے گویا آپ علیہ السّلام نے ان کے زمانہ مہلت کو ایک میدان سے تشبیہہ دی ہے جس میں انتہا کی حد تک پہنچنے کے لیے دوڑے جائیں گے تو ان کا نظام درہم برہم ہوجائے گا .

یہ پیشن گوئی بنی امیہ کی سلطنت کے زوال و الفرض کے متعلق ہے جو صر ف بحرف پوری ہوئی .اس سلطنت کی بنیاد معاویہ ابن ابی سفیان نے رکھی اور نوے برس گیارہ مہینے اور تیرہ دن کے بعد 231ئ ھج میں مروان الحمار پر ختم ہوگئی بنیامیہ کا دور ظلم و وستم اور قہر و استبداد کے لحاظ سے آپ اپنی نظیر تھا .اس عہد کے مطلق العنان حکمرانوں نے ایسے ایسے مظالم کئے کہ جن سے اسلام کا دامن داغدار , تاریخ کے اوراق سیاہ اور روح انسانیت مجروح نظر آتی ہے .انہوں نے اپنے شخصی اقتدار کو برقرار رکھنے کے لیے ہر تباہی و بربادی کو جائز قرار دے لیا تھا. مکہ پر فوجوں کی یلغا ر خانہ کعبہ پر آگ برسائی ,مدینہ کو اپنی بیہمانہ خواہشوں کا مرکز بنایا اور مسلمانوں کے قتل عام سے خون کی ندیاں بہا دیں .آخر ان سفاکیوں اور خونریزیوں کے نتیجہ میں ہر طرف بغاوتیں اور سازشیں اٹھ کھڑی ہوئیں اور ان کے اندرونی خلفشا ر اور باہمی رزم آرائی نے ان کی بربادی کا راستہ ہموار کردیا .اگرچہ سیاسی اضطراب ان میں سے پہلے ہی سے شروع ہوچکا تھا مگر ولید ابن یزید کے دور میں کھلم کھلا نزاع کا دروازہ کھل گیا اور ادھر چپکے چپکے بنی عباس نے بھی

پر پرزے نکالنا شروع کئے اور مروان الحمار کے دور میں خلافت الہیہ کے نام سے ایک تحریک شروع کردی اور اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے انہیں ابو مسلم خراسانی ایسا امیر سپاہ مل گیا جو سیاسی حالات و واقعات کا جائزہ لینے کے علاوہ فنون حرب میں بھی پوری مہارت رکھتا تھا .چنانچہ اس نےخراسان کو مرکز قرار دے کر امو یوں کے خلاف ایک جال بچھادیا اور عباسیوں کو برسر اقتدار لانے میں کامیاب ہوگیا .

یہ شخص ابتد ائ میں گمنام اور غیر معروف تھا.چنانچہ اسی گمنامی وپستی کی بنا پر حضرت نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو بجو سے تعبیر کیا ہے کہ جو ادنیٰ و فرومایہ لوگوں کے لیے بطور استعارہ استعمال ہوتا ہے .

انصار کی مدح و توصیف میں فرمایا خدا کی قسم انہوں نے اپنی خوش حالی سے اسلام کی اس طرح تربیت کی, جس465 طرح یک سالہ بچھڑے کو پالا پوسا جاتا ہے .اپنے کریم ہاتھو ں اور زبانوں کے ساتھ .

آنکھ عقب کے لیے تسمہ ہے466 .

سید رضی فرماتے ہیں کہ یہ کلام عجیب و غریب استعارات میں سے ہے گویا آپ نے عقب کو ظرف سے اور آنکھ کو تسمہ سے تشبیہہ دی ہے اور تسمہ کھول دیا جائے تو برتن میں جو کچھ ہوتا ہے .رک نہیں سکتا مشہور واضح ہے کہ یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے .مگر کچھ لوگوں نے اسے امیر المومنین علیہ السلام سے بھی روایت کیا ہے چنانچہ مبرد نے اس کا اپنی کتاب »المقتضب«باب اللفظ بالحروف میں ذکر کیا ہے اور ہم نے اپنی کتاب »مجازات الآثارالنبویہ«میں اس استعار ہ کے متعلق بحث کی ہے.

ایک کلام کے ضمن آپ نے فرمایا467:

لوگوں کے امور کا ایک حاکم و فرماں روا ذمہ دار ہوا جو سیدھے راستے پر چلا اور دوسروں کو اس راہ پر لگایا .یہاں تک کہ دین نے اپنا سینہ ٹیک دیا.

لوگوں پر ایک ایسا گزند پہنچانے والا دور آئے گا جس میں مالدار اپنے مال میں بخل کرے گا حالانکہ اسے یہ حکم468 نہیں . چنانچہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے کہ »آپس میں حسن سلوک کو فراموش نہ کرو «اس زمانہ میں شریر لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے اور نیکو کار ذلیل خوار سمجھے جائیں گے اور مجبور اور بے بس لوگوں سے خرید و فروخت کی جائے گی.حالانکہ رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نے مجبور و مضطر لوگوں سے (اونے پونے)خریدنے کومنع کیا ہے . مجبور و مضطر لوگوں سے معاملہ عموماً اس طرح ہوتا ہے کہ ان کی احتیاج و ضرور ت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر ان سے سستے داموں چیزیں خرید لی جاتی ہیں ,اور مہنگے داموں ان کے ہاتھ فروخت کی جاتی ہیں .اس پریشا ن حالی میں ان کی مجبوری و بے بسی سے فائدہ اٹھانے کی کوئی مذہب اجازت نہیں دیتا اورنہ آئین اخلاق میں اس کی کوئی گنجائش ہے کہ دوسرے کی اضطراری کیفیت سے نفع اندوزی کی راہیں نکالی جائیں .

میرے بارے میں دوقسم کے لوگ ہلاکت میں مبتلا ہوں گے .ایک محبت میں حد سے بڑھ جانے والا اور دوسرا جھو 469 ٹ و افترا باندھنے والا .

سید رضی کہتے ہیں کہ حضر ت کایہ قول اس ارشاد کے مانند ہے کہ میرے بارے میں دوقسم کے لوگ ہلاک ہوئے ایک محبت میں غلو کرنے والا ,اور دوسرا دشمنی و عناد رکھنے والا .

حضرت سے توحید و عدل کے متعلق سوال کیاگیا توآپ نے فرمایا470:

توحید یہ ہے کہ اسے اپنے وہم و تصور کا پابند نہ بناؤاور یہ عدل ہے کہ اس پر الزامات نہ لگاؤ.

عقیدہ توحید اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک اس میں تنزیہ کی آمیزش نہ ہو .یعنی اسے جسم وصورت اور مکان و زمان کے حدود سے بالا ترسمجھتے ہوئے اپنے اوہام و ظنون کا پابند نہ بنایا جائے کیونکہ جسے اوہام و ظنون کا پابند بنایا جائے گا ,وہ خدا نہیں ہوگا بلکہ ذہن انسانی کی پیداوار ہوگا اور ذہنی قوتیں دیکھی بھالی ہوئی چیزوں ہی میں محدود رہتی ہیں .لہٰذا انسان جتنا گڑھی ہوئی تمثیلوں اور قوت واہمہ کی خیال آرائیوں سے اسے سمجھنے کی کوشش کرے گا اتنا ہی حقیقت سے دور ہوتا جائے گا .چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے,:

جب بھی تم اسے اپنے تصور و وہم کا پابند بناؤگے وہ خدا نہیں رہے گا بلکہ تمہاری طرح کی مخلوق اور تمہاری ہی طر ف پلٹنے والی کوئی چیز ہوگی .

اور عدل یہ ہے کہ ظلم و فبح کی جتنی صورتیں ہوسکتی ہیں ان کی ذات باری سے نفی کی جائے اور اسے ان چیزوں سے

متہم نہ کیا جائے کہ جو بری اور بے فائدہ ہیں اورجنہیں عقل اس کے لیے کسی طرح تجویز نہیں کرسکتی .چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے:

. تمہارے پروردگار کی بات سچائی اور عدل کے ساتھ پوری ہوئی. کوئی چیز اس کی باتوں میں تبدیلی پیدا نہیں کرسکتی

حکمت کی بات سے خاموشی اختیار کرنا کوئی خوبی نہیں جس طرح جہالت کے ساتھ بات کرنے میں کوئی بھلائی471 نہیں .

طلب باراں کی ایک دعا میں فرمایا: بارِ الٰہا! ہمیں فرمانبردار ابروں سے سیراب کر، نہ اُن ابروں سے جو سرکش اور 472 منہ زور ہوں.

سید رضی کہتے ہیں کہ یہ کلام عجیب و غریب فصاحت پر مشتمل ہے ۔ اس طرح کہ امیر المومنین علیہ السلام نے کڑک، چمک، ہوا اور بجلی والے بدلوں کو اُن اونٹوں سے تشبیہ دی ہے کہ جو اپنی منہ زوری سے زمین پر پیر مار کر پالان پھینک دیتے ہوں اور اپنے سواروں کو گرا دیتے ہوں۔ اور ان خوفناک چیزوں سے خالی ابر کو ان اونٹنیوں سے تشبیہ دی ہے جو دوہنے میں مطیع ہوں اور سواری کرنے میں سوار کی مرضی کے مطابق چلیں۔

حضرتؑ سےکہا گیا کہ اگر آپ سفید بالوں کو (خضاب سے) بدل دیتے تو بہتر ہوتا۔ اس پر حضرتؑ نے 473 فرمایا کہ خضاب زینت ہے اور ہم لوگ سوگوار ہیں۔

سید رضی کہتے ہیں کہ حضرت نے اس سے وفاتِ پیغمبر ﷺ مراد لی ہے۔

وہ مجاہد جو خدا کی راہ میں شہید ہو، اُس شخص سے زیادہ اجر کا مستحق نہیں ہے جو قدرت و اختیار رکھتے 474 ہوئے پاک دامن رہے۔ کیا بعید ہے کہ پاکدامن فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہو جائے۔

قناعت ایسا سرمایہ ہے جو ختم ہونے میں نہیں آتا۔ 475

سید رضی کہتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اس کلام کو پیغمبر ﷺ سے روایت کیا ہے۔

جب زیاد ابن ابیہ کو عبد اللہ ابن عباس کی قائم مقامی میں فارس اور اس کے ملحقہ علاقوں پر عامل مقرر کیا تو ایک 476 بہمی گفتگو کے دوران کہ جس میں اسے پیشگی مالگزاری کے وصول کرنے سے روکنا چاہا, کہا:

عسل کی روش پر چلو۔ بے راہ روی اور ظلم سے کنارہ کشہ کرو کیونکہ بے راہ روی کا نتیجہ یہ ہو گا کہ انہیں گھر بار چھوڑنا پڑے گا اور ظلم انہیں تلوار اٹھانے کی دعوت دے گا۔

سب سے بھاری گناہ وہ ہے جسے مرتکب ہونے والا سُبک سمجھے 477.

اللہ نے جاہلوں سے اس وقت تک سیکھنے کا عہد نہیں لیا جب تک جاننے والوں سے یہ عہد نہیں لیا کہ وہ سکھانے 478 میں دریغ نہ کریں۔

بدترین بھائی وہ ہے جس کے لیے زحمت اٹھانا پڑے۔ 479

سید رضی کہتے ہیں کہ یہ اس لیےکہ مقدور سے زیادہ تکلیف، رنج و مشقت کا سبب ہوتی ہے اور جس بھائی کے لیے تکلف کیا جائے، اُس سے لازمی طور پر زحمت پہنچے گی۔ لہذا وہ بُرا بھائی ہوا۔

جب کوئی مومن اپنے کسی بھائی کا احتشام کرے تو یہ اُس سے جدائی کا سبب ہو گا۔ 480

سید رضی کہتے ہیں کہ حشم واحشام کے معنی ہیں غضبناک کرنا، اور ایک معنی ہیں شرمندہ کرنا۔ اور احتشام کے معنی ہیں "اس سے غصہ یا خجالت کا طالب ہونا" اور ایسا کرنے سے جدائی کا امکان غالب ہوتا ہے۔

اختتام

سید رضی اس کتاب کے اختتام پر لکھتے ہیں:

اب یہ ہمارے پایانِ کار کی منزل ہے کہ ہم امیر المومنینؑ کے منتخب کلام کا سلسلہ ختم کریں ۔ ہم اللہ سبحانہ کی بارگاہ میں شکر گزار ہیں کہ اُس نے ہم پر یہ احسان کیا کہ ہمیں توفیق دی کہ ہم حضرت کے منتشر کلام کو یک جا

کریں اور دوردست کلام کو قریب لائیں۔ ہمارا ارادہ ہے جیسا کہ پہلے طے کر چکے ہیں کہ ان ابواب میں سے ہر باب کے آخر میں کچھ سادہ ورق چھوڑ دیں تاکہ جو کلام اب تک ہاتھ نہیں لگا اُسے قابو میں لا سکیں اور جو ملے اُسے درج کر دیں۔ شاید ایسا کلام جو اس وقت ہماری نثروں سے اوجھل ہے۔ بعد میں ہمارے لیے ظاہر ہو اور دور ہونے کے بعد ہمارے دامن میں سمٹ آئے۔ ہمیں توفیق حاصل ہے تو اللہ سے اور اسی پر ہمارا بھروسا ہے اور وہی ہمارے لیے کافی اور اچھا کارساز ہے۔

یہ کتاب ماہ رجب سن 400 ہجری میں اختتام کو پہنچی

وصلی اللہ علی سیدنا محمد خاتم الرسل، والھادی الی خیر السبل والہ الطاہرین، و اصحابہ نجوم الیقین

Source URL:

https://www.al-islam.org/%D9%86%DB%81%D8%AC-%D8%A7%D9%84%D8%A8%D9%84%D8%A7%D8%BA%DB%81-%D8%A7%D8%B2-%D9%85%D9%88%D9%84%D8%A7-%D8%B9%D9%84%DB%8C-%D8%A7%D8%A8%D9%86-%D8%A7%D8%A8%DB%8C-%D8%B7%D8%A7%D9%84%D8%A8-%D8%B9%D9%84%DB%8C%DB%81-%D8%A7%D9%84%D8%B3%D9%84%D8%A7%D9%85-imam-ali/%D8%A8%D8%A7%D8%A8-%D9%A1%D9%A6